بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اشارات

ترجمان القرآن کی کسی گزشتہ اشاعت میں ہم نے خدا اور بندے کے تعلق پر بحث کرتے ہوئے بتایا تھا کہ ایک مومن و مسلم کی بنیادی صفت مالک الملک کے حضور میں تسلیم و رضا ہے۔ ایک انسان جب اللہ پر ایمان لاتا ہے تو درحقیقت وہ اپنی بندگی اور بیچارگی کا اعتراف کرتا ہے۔ وہ اس بات کا عہد کرتا ہے کہ اب وہ اپنی زندگی کی ساری خواہشات کو مرضیاتِ الٰہی کے تابع کر دیگا اور اسی مقصد کے حصول کیلیے عمر بھر ہمت آزما رہے گا۔ یہی چیز اس کی زندگی کی غایتِ اولیٰ ہوگی۔ آج ہم اسی سلسلۂ بحث کی دوسری کڑی یعنی مسلمان اور اس کے ہادیٔ برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق پر گفتگو کریں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئی شخص اُس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ادب و احترام نہ کرے، اُن کے سچے پیغمبر ہونے پر یقین نہ رکھے اور اُن سے تعلقِ خاطر کو ایمان کا ایک نہایت ضروری جزو نہ سمجھے۔ جو کوئی بھی اللہ کے فرستادوں سے کوئی کد رکھتا ہے، اُن کے خلاف اپنے سینے میں کوئی معمولی سے معمولی بغض و عناد پاتا ہے، جو اُن کی شانِ اقدس میں کوئی گستاخانہ کلمہ کہنے کی جسارت کرتا ہے، وہ دائرہ اسلام سے یکسر خارج ہے لیکن ان حقائق کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ بفحوائے "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" اور بتقاضائے ختمِ نبوت ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ بعض خصوصیات کے حامل ہونے کے لحاظ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک منفرد اور امتیازی شان رکھتے ہیں حضور سید الانبیاء کی بعثت سے پہلے جتنے پیغمبر گزرے ہیں اُن کی سیرتوں کا مقصد کسی ایک قوم کو خاص مدت تک رہنمائی دینا تھا۔ ایک زمانہ کے بعد بتدریج اُن کے نقوش مدھم ہوتے گئے حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ

دنیا سے بالکل ناپید ہو گئے اور ان کی حقیقت افسانوں میں گم ہو کر رہ گئی۔

ان اولوالعزم انبیاء کی زندگیوں کے برعکس حضور ختم الرسل کی حیاتِ طیّبہ کا معمولی سے معمولی واقعہ آج بھی تاریخ کی پیشانی پر اُسی طرح درخشندہ اور تابندہ ہے جس طرح کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے تھا اور انسانیت کے قافلے اب بھی جب کبھی حضور کے نقشِ حیات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ان کی تازگی دیکھ کر فوراً پکار اُٹھتے ہیں

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی
کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

اس حوادث آباد عالم کا تغیر و تبدل جس طرح اپنے سارے انقلابات کے باوجود خدا کی خدائی کو کسی طرح متاثر نہیں کر سکتا۔ وہ آج بھی اُسی طرح قائم و دائم ہے جس طرح لاکھوں کروڑوں سال پہلے تھی بالکل اسی طرح حضور کی رسالت پر بھی گردشِ لیل و نہار کسی جہت سے اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ حضور کی نبوت بھی زندہ جاوید ہے اور قیامت تک اسی طرح رہے گی۔ حضور کی بعثت کے بعد نجات کی اب صرف ایک ہی صورت ممکن ہے کہ انسان اپنے دلوں کو مشکوٰۃِ نبوت سے منور کریں۔ آنحضرت کے بعد اگر کوئی شخص اُن کی نبوت کے علاوہ کسی دوسری نبوت کا قائل ہے تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کے دل میں شمعِ ایمان فروزاں نہیں بلکہ دجل و فریب کی وہ چنگاری روشن ہے جو شیطان انسانوں کے خرمنِ ایمان کو خاکستر کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً جلاتا رہتا ہے۔ انسانیت کی فوز و فلاح اب صرف سرورِ کائنات کی غلامی میں ہے۔ یہی ایک طوق ہے جس کو پہن کر وہ دنیا اور آخرت میں سرفراز ہو سکتا ہے۔ یہی اُس کی سب سے قیمتی متاع ہے اور اسی پر ایک بندۂ مومن بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ اس حقیقت کو قرآنِ پاک نے مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (البقرہ۔ رکوع ۱)

جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہِ راست پر ہیں اور وہی فلاح

بانے والے ہیں۔

قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ۔

اے محمد! کہو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمّی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے اور پیروی اختیار کرو اس کی، امید ہے کہ تم راہ راست پا لوگے۔

یہ دو آیات اس امر کی پورے طور پر صراحت کر رہی ہیں کہ فلاح اور ہدایت صرف انہی لوگوں کے لیے ہے جو خدا اور اس کی کتابوں پر ایمان لانے کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائیں۔ ان پر ایمان لائے بغیر نہ کوئی راہ راست پر ہو سکتا ہے اور نہ ہی فلاح پا سکتا ہے۔

اس ضمن میں پھر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے معنی صرف یہ نہیں کہ حضور کے رسول ہونے کا محض زبان سے اقرار کر لیا جائے۔ حضور کی رسالت پر ایمان کے بہت سے مضمرات ہیں۔ اس ایمان کی اصل روح یہ ہے کہ ہمیں حضور کی ذات پر سچا اور پکا اعتماد ہو۔ ہمیں اس بات کا کامل یقین ہو کہ آپ صادق اور امین ہیں، آپ کے ہر قول اور ہر فعل کے اندر گہری حکمت اور دانائی ہے خواہ وہ حکمت اور دانائی ہماری سمجھ میں آ رہی ہو یا نہ آ رہی ہو، آپ نے جو راہ انسانیت کو دکھائی ہے صرف اسی پر چل کر انسانیت کامیاب و کامران ہو سکتی ہے، آپ نے نوعِ بشری کو زندگی کے جو اصول دیئے ہیں وہ دائمی اور ابدی ہیں اور سخت نامراد ہے وہ انسان جو ان سے صرفِ نظر کر کے چلتا ہے۔ جب تک آدمی کے اندر حضور کی ذات کے بارے میں اس قسم کا غیر متزلزل اعتماد نہ پیدا ہو، مجرد یہ کہہ دینے سے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آدمی ایمان کی حقیقی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ اسی حقیقت کا قرآن مجید میں ان الفاظ میں

اظہار کیا گیا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

پس نہیں تمہارے رب کی قسم (اے محمد) وہ مومن نہیں ہیں جب تک کہ ان تمام جھگڑوں میں جو ان کے درمیان واقع ہوں وہ تم کو حکم نہ بنائیں اور پھر تمہارے فیصلے سے اپنے دلوں کے اندر کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ (تمہارے فیصلے کو) سر بسر تسلیم کر لیں۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور مسلمانوں کا قول جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے یہ ہے کہ (خوشی خوشی) کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اسی چیز کو حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا

ایمان کا مزہ اس نے چکھا جو اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنا رسول ہونے پر مطمئن ہو گیا۔

اسی سلسلہ میں حدیث میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کبھی کبھی ہم یہود سے ایسی باتیں سنتے ہیں جو بڑی دلپسند معلوم ہوتی ہیں۔ کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم ان میں سے کچھ اخذ کر لیا کریں۔ یہ سن کر حضور کے چہرے کا رنگ کچھ متغیر ہو گیا۔ مزاج شناس رسولؐ نے فوراً حضور کی ناراضگی کو پا لیا اور پکار اٹھے۔

رضیت باللہ ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمد نبیًا

میں اللہ کے اپنا رب ہونے پر، اسلام کے اپنا دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنا

بنی ہونے پر پوری طرح مطمئن ہوں۔

مندرجۂ بالا آیات اور احادیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ حضور پر اعتماد و ایقان کی نوعیت وہ نہیں جو عام طور پر ان الفاظ سے سمجھی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا اعتماد ہے جس میں نہ کبھی تزلزل پیدا ہو سکتا ہے، نہ کبھی شک اور نفاق جنم لے سکتے ہیں اور نہ کبھی تردّد اور تذبذب وہاں اپنی راہ پا سکتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور پر جس طرح مکمل یقین اور اعتماد تھا اُس کی تفصیل تو بڑی لمبی ہے ہم یہاں صرف ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کفار قریش حضور کے سب سے بڑے فدائی حضرت ابوبکرؓ کے گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے۔ کیا اب بھی تم اپنے دوست کے عشق میں مبتلا ہو گے۔ تمہارا دوست اب یہ کہنے لگا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو رات کی تاریکیوں میں بیت المقدس لے گیا تھا۔ یہ بات جب حضرت ابوبکرؓ نے سنی تو فرمایا: اگر انہوں نے یہ بات فرمائی ہے تو اس کے سچ ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ غلفنہ جو لوگ حیران تھے کہ جو چیز ان کی نگاہ میں ماورائے تصدیق ہے وہ ابوبکر کے لیے ادنیٰ موجبِ شک وریب بھی ثابت نہیں ہوئی وہ حضرت ابوبکرؓ سے کہنے لگے "کیا یہ بات تمہاری عقل صحیح تسلیم کرتی ہے کہ وہ رات ہی رات بیت المقدس گیا اور صبح ہونے سے پہلے واپس آ گیا"

حضرت صدیق نے بڑے وثوق سے فرمایا: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس بات فرمائیں اور کہیں کہ میں نے آسمانوں کو صبح و شام میں طے کر لیا تو جب بھی میں آپ کو صادق ہی مانوں گا اور میرے لیے کوئی اچنبھے کی بات نہ ہو گی۔ اس کے بعد وہ حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے ان لوگوں سے بیان فرمایا کہ آج رات آپ بیت المقدس تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا ہاں۔ عرض کی اے اللہ کے نبی اس کے اوصاف مجھ سے بیان فرمائیے کیونکہ میں وہاں جا چکا ہوں۔

حضور سرورِ کائنات نے ارشاد فرمایا:

فَرُفِعَ لِی حتی نظرتُ الیہ " وہ میرے سامنے اس طرح پیش کر دیا گیا کہ میں اُسے دیکھنے لگا۔

حضورؐ جو کچھ اپنی زبان مبارک سے کہتے حضرت ابوبکر صدیقؓ صمیم قلب سے اس کو سنتے چلے جاتے اور کہتے جاتے "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں" یہاں تک کہ جب بیان ختم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے فرمایا:

"اَنْتَ یَا اَبَا بَکْرٍ الصِّدِّیْقُ" اے ابوبکرؓ تم صدیق ہو۔

رسالت پر اعتماد کی یہ وہ روشن مثال ہے جو ہر مسلمان کو اپنے پیش نظر رکھنی چاہیے۔

اس اعتماد کے ساتھ ساتھ ایمان بالرسالت کا ایک اور ضروری جزو حضور سرورِ کائنات سے ایک مسلمان کی بے پناہ محبت بھی ہے۔ ایک مومن جب تک اپنے ایمان میں محبت کا رنگ نہیں بھرتا، اس وقت تک اُس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ پھر محبت بھی محض ظاہری اور رسمی مطلوب نہیں ہے بلکہ ایسی محبت مطلوب ہے جو تمام محبتوں پر غالب ہو، جس کے مقابلے میں دنیا کے سارے تعلقات، دنیا کے سارے رشتے، اور علائق بالکل ہیچ ہوں۔ مسلمان اگر جیئے تو اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں جیئے اور اگر مرے تو صرف انہی کی محبت کو سینے میں لیے ہوئے اپنے اللہ کے حضور میں پیش ہو۔ قرآن مجید میں اس محبت کا معیار بتایا گیا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۔ (التوبہ)	کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے خاندان اور مال جو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کے گر جانے کا تمہیں اندیشہ ہے اور مکانات جو تمہیں پسند ہیں اگر یہ ساری چیزیں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر کرے۔

اسی حقیقت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے واضح فرمایا ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ (مشکوٰۃ۔ باب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کے بیٹے اور دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من اهلہ ومالہ۔

کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اُسے اس کے اہل ومال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔

عن عبداللہ بن ہشام قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو اخذ بید عمر بن الخطاب فقال لہ عمر یا رسول اللہ لانت یا رسول اللہ احب الی من کل شئ الا من نفسی فقال لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون الیک من نفسک فقال عمر فانک الان واللہ احب الی من نفسی فقال الان یا عمرؓ (رواہ البخاری فی ایمان والنذور)

عبداللہ بن ہشام فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ حضرت عمرؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک تم کو میں اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہوں تو تم مومن نہیں ہو سکتے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اچھا اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے۔ آپ نے فرمایا تو اب پکے مومن بھی ہو گئے۔

آپ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر ایک نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ رسول کی محبت میں یکسر فنا ہو چکے تھے۔ یہاں اس بات کی گنجائش نہیں کہ ہم اس موضوع پر کوئی تفصیلی بحث کر سکیں۔ اس لیے ہم صرف چند واقعات بیان کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان سے آپ کو صحابہ کی فریفتگی کا ایک ہلکا سا اندازہ ہو سکے گا۔

حضرت جابرؓ کے والد جب غزوۂ احد کی شرکت کے لیے روانہ ہونے لگے تو بیٹے سے کہا کہ میں

ضرور شہید ہوں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا مجھ کو ... زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے، تم میرا قرض ادا کرنا، اور اپنے بھائیوں کے ساتھ سلوک کرنا۔

حضرت اسید بن حضیر ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے، ایک روز ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے کہ آپؐ نے ان کے پہلو میں ایک چھڑی سے کونچ دیا۔ انہوں نے اس کا انتقام لینا چاہا، آپ اس پر راضی ہو گئے، لیکن انہوں نے کہا کہ آپؐ کے بدن پر قمیص ہے حالانکہ میں برہنہ تھا" آپ نے قمیص بھی اٹھا دی۔ قمیص کا اٹھانا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے۔ پہلو چومے اور کہا یا رسول اللہ یہی مقصود تھا"

حضورؐ عموماً فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے، صحابہ کرام کے سامنے آپ کی زندگی کا جب یہ منظر آجاتا تو فرطِ محبت سے آبدیدہ ہو جاتے، ایک بار حضرت عمرؓ کاشانۂ نبوت میں تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی بستر نہیں، جسم مبارک پر تہبند کے سوا کچھ نہیں، پہلو میں بدھیاں پڑ گئی ہیں۔ توشہ خانہ میں صرف مٹھی بھر جو موجود تھے، آنکھوں سے بےساختہ آنسو نکل آئے، ارشاد ہوا کہ عمر کیوں رونے ہو۔ عرض کی کہ کیوں نہ روؤں، آپ کی یہ حالت ہے اور قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے اڑا رہے ہیں، فرمایا کیا تمہیں پسند نہیں کہ ہمارے لیے آخرت اور اُن کے لیے دنیا ہو؟"

آپؐ کے وصال کے بعد صحابہ کو جب کبھی آپ کی یہ حالت یاد آتی اُن کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہ نکلتے۔ ایک دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے دوستوں کو گوشت روٹی کھلایا تو رو پڑے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی ہو گیا اور آپ نے پیٹ بھر کر جو کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا "جمعرات کا دن اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا" اس کے بعد اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے پوچھا جمعرات کا دن کیا؟ بولے، اسی دن آپ کے مرض الموت میں اشتداد ہوا تھا۔[1]

---

[1] یہ سب واقعات اسوۂ صحابہ (از عبدالسلام ندوی) سے لیے گئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سلسلہ میں پھر ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ صرف ہمارے جذبات احساسات تک ہی محدود نہ ہو بلکہ اسے ہماری زندگی کے سارے پہلوؤں پر محیط ہونا چاہیے۔ ہماری حیات کا کوئی گوشہ، ہمارے قلب و دماغ کا کوئی ریشہ اس کی فرمانروائی سے آزاد نہ ہو۔ اس محبت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہمارے افکار و نظریات، ہمارے اعمال و افعال، ہماری سیرت و کردار سب میں نہ صرف اس کے اثرات نمایاں ہوں بلکہ ان سب پر حضور کی محبت کی گہری چھاپ ہو۔ وہ سب تعلیمات رسول کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوں۔ اسلام میں وہ محبت بالکل بے معنی ہے جس کے پیچھے کامل اطاعت، اور مکمل اتباع کا جذبہ کارفرما نہ ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد - ۳۳)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو رائگاں نہ کرو۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (حشر رکوع ۱)

جو تم کو رسول نے دیا اس کو پکڑو اور جس سے تم کو روکا اس سے باز رہو۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ۔ (آل عمران - ۴)

کہہ دو اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دیگا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

تم لوگوں کے لیے یعنی اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہے رسول اللہ کی ذات میں ایک اچھا نمونہ ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کو اپنی زبان فیض ترجمان میں یوں بیان فرمایا ہے:۔

مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ۔ (ترمذی)

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: کل امتی ید خلون الجنۃ الامن ابی ، قیل ومن یابی یارسول اللہ ، قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابی ۔ (رواہ البخاری)	حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے سب لوگ جنت میں جائیں گے مگر وہ جنت سے محروم رہیں گے جنہوں نے انکار کیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ انکار کون کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں جو انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرمایا گیا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بُنَیَّ ان قدرتَ اَنْ تصبحَ وتمسی ولیس فی قلبک غشٌّ لاحد فافعل ثم قال یا بُنَیَّ وذالک مِن سُنَّتِیْ من احبَّ سُنَّتِی فقد اَحَبَّنِی ومن احبَّنِی کان معی فی الجنۃ (رواہ الترمذی)	حضورؐ نے فرمایا اے فرزند اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ صبح و شام کسی وقت بھی تمہارے دل میں کسی کے لیے کھوٹ نہ رہے تو کر گزرو۔ کیونکہ صاف سینہ رہنا یہ میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقہ کو پسند کرتا ہے وہ ضرور میری محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

صحابہ کرامؓ اتباعِ سنّت کے اس قدر شدّت سے پابند تھے کہ اس کی نظیر انسانوں کے کسی دوسرے گروہ میں نہیں ملتی۔ حضورؐ جو عمل کرتے یا جو کچھ ارشاد فرماتے صحابہ ہمیشہ اُس کی پیروی کرتے۔ سیرت کی کتابوں میں بے شمار واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے:

ایک بار آپ مسجد سے نکل رہے تھے دیکھا کہ راستے میں مرد اور عورت مل جل کر چل رہے ہیں، عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "پیچھے رہو، تم وسطِ راہ سے نہیں گزر سکتیں"۔ اس کے بعد یہ حال ہوگیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے اُلجھ جاتے تھے۔

حضرت محمد بن اسلمؓ نہایت کبیر السن صحابی تھے، لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر

آمارنے کے بعد یاد آتا کہ انہوں نے مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھی تو کہتے کہ خدا کی قسم میں نے مسجد رسول اللہ میں نماز نہیں پڑھی حالانکہ آپ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو جب تک اس مسجد میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے گھر کو واپس نہ جائے۔ یہ کہکر چادر اٹھاتے اور مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کے واپس آتے۔

حضرت حذیفہؓ کے سامنے مداین کے ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا، انہوں نے اُس کو اُٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو منع کیا تھا یہ باز نہیں آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مخالفت فرمائی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نہ صرف احکام رسول کی اتنی سختی سے اطاعت کرتے بلکہ سنن عادیہ و اتفاقیہ کا اتباع بھی بڑے ہی اہتمام سے کیا جاتا۔ حضرت ابو الدرداء جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے۔ ام الدرداء نے کہا "اس عادت کو ترک کر دیجیے ورنہ لوگ آپ کو احمق بنائیں گے" بولے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب کوئی بات کہتے تھے، مسکرا دیتے تھے۔

ایک صحابی آپ کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے، دیکھا کہ آپ کی قمیص کا تکمہ کھلا ہوا ہے آپ کی تقلید میں انہوں نے بھی عمر بھر قمیص کا تکمہ کھلا رکھا اور اس میں سردی اور گرمی کی کچھ پروا نہ کی۔[1]

ان سب واقعات کے مطالعہ سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ محبت جب دل میں جاگزیں ہوتی ہے تو عملی زندگی پر اس کے اثرات لازماً مرتب ہوتے ہیں۔ وہ محبت جس کی تائید عمل سے نہ ہوتی ہو وہ کوئی زیادہ قابلِ اعتماد محبت نہیں۔ اگر محبت کا جذبہ اپنی حرارت سے محبت کرنے والوں کے افکار و اعمال کو ڈھال کر انہیں محبوب کے فکر و عمل کے مطابق بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تو اس میں ضرور کوئی نہ کوئی خامی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن قیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں:

ومن تامل معانی السیر والاخبار	جو شخص کتب سیرت کا مطالعہ کرے گا اور ان میں
الثابتۃ من شھادۃ کثیر من اھل	بہت سے اہلِ کتاب اور مشرکین کی تصدیق کے
الکتاب والمشرکین لہ صلی اللہ علیہ وسلم	واقعات پڑھے گا تو اس پر یہ بخوبی روشن ہو جائیگا

[1] اسوۂ صحابہ از عبدالسلام ندوی

بالرسالة وانه صادق فلم تدخلهم هذه الشهادة فى الاسلام علم ان الاسلام امر وراء ذالك وانه ليس هو المعرفة فقط ولا المعرفة والاقرار فقط بل المعرفة و الاقرار لانقياد والتزام طاعة ودينه ظاهراً وباطناً۔

کہ اسلام صرف آپ کی رسالت کی تصدیق کا نام نہیں نہ وہ صرف معرفت ہے نہ صرف معرفت و اقرار کا نام ہے بلکہ جب تک ان کے علاوہ آپ کی ظاہری اور باطنی فرمانبرداری اور آپ کی پوری پوری اطاعت کا عہد بھی نہ کرے اس وقت تک کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ مسلمانوں کے انحطاط کا سب سے بڑا سبب سنت نبویؐ کے ترک کو قرار دیتے ہیں وہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تحریف کے سب راستوں سے متنبہ فرمایا اور اس بارے میں امت سے عہد و پیمان لیے۔ امت میں کاہلی اور سستی کا سب سے بڑا سبب سنت سے صرف نظر ہے اور اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے: مجھ سے پہلے خداوند تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جسے اپنی امت میں سے ایسے حواری اور اصحاب نہ ملے ہوں جو اس کی سنت پر عمل کرتے اور اس کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ پھر اُن کے بعد نااہل لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں کرتے نہیں اور جن باتوں کا حکم انہیں نہیں ہوتا وہ کرتے ہیں، پس جو ان سے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے جو ان سے زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے، اور جو ان سے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے کسی کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم آئے جو میں نے دیا ہو یا جس سے منع کیا ہو۔ تو وہ کہنے لگے میں کچھ نہیں جانتا جو کچھ ہم نے کتاب اللہ میں پایا اس کا ہم نے اتباع کیا۔" (یاد رکھو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت پر عمل کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔"

پچھلے صفحات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارے تعلق کی نوعیت کے سلسلہ میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کے مطالعہ سے یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضورؐ کے ساتھ ہمارا رشتہ کس قدر گہرا اور پائیدار ہے اور یہ دوسرے تمام رشتوں پر کس قدر حاوی ہے۔ سخت نادان ہیں وہ لوگ جو حضورؐ کے ساتھ ہمارے تعلق کو صرف کاتب اور مکتوب الیہ کے تعلق سے تعبیر کرتے ہیں یا حضورؐ کو کسی متعمد ہرکارے یا دیانتدار چٹھی رساں کی حیثیت دیتے ہیں۔ حضور کا کام صرف ابلاغِ حق ہی نہیں تھا بلکہ اس کا نفاذ اور قیام بھی تھا۔ حضورؐ کی ذاتِ مقدس اس دین کی عملی تشریح ہے۔ حضورؐ ایک قاصد سے کہیں زیادہ بڑھ کر ایک معلّم، ایک مزکّی، ایک مرشد، ایک مبیّن، ایک مبشّر ایک منذر اور ایک سراجِ منیر ہیں۔ کلامِ الٰہی جس پیکرِ محسوس میں اپنی مکمل ترین صورت میں جلوہ گر ہوا ہے وہ حضور سرورِ دو عالمؐ کی ذاتِ گرامی ہی ہے۔

پھر حضورؐ کی یہ مختلف حیثیتیں صرف آپ کے زمانے تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ قیامت تک اسی طرح رہیں گی جب تک یہ زمین و آسمان قائم ہیں اس وقت تک انسانیت کی سعادت انہی کی بلاچون وچرا اطاعت سے وابستہ ہے جس چیز کو آپ نے حق کہہ دیا وہ وقت کے ہزار اختلاف کے باوجود ہمیشہ حق ہی رہے گی اور جسے آپ نے باطل قرار دیا اسے گردشِ ایام کبھی بھی حق میں تبدیل نہیں کر سکتی۔ ایک مسلمان اپنے مسائل کو دورِ آفاق کے بدلتے ہوئے سیمابی معیاروں سے حل نہیں کرتا بلکہ اپنی زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملہ کو صرف حضورؐ کے اشارۂ ابرو سے طے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضورؐ کی نبوت کوئی ایسی نہیں جس کی راہ میں زمانہ کی دیواریں حائل ہوں۔ حضورؐ کی رسالت ابدی اور آفاقی ہے اور زمان و مکان کی حد بندیوں سے بالکل ماورا۔ جنابِ رسالتمآب آج بھی ایک مسلمان کے لیے ہادی اور مطاع ہیں جس طرح اپنی زندگی میں تھے۔ ایک انسان خواہ کسی دور اور کسی ملک کا رہنے والا ہو اس وقت تک مسلمان نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ حضورؐ کی چاکری اختیار نہ کرے اور پھر اس پر کسی قسم کا انقباض اور تنگی محسوس کرنے کی بجائے اسے اپنے لیے دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ موجبِ افتخار و اعزاز نہ سمجھے۔

حضورؐ کی محبت ہی ایک مسلمان کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔ ایسا سرمایہ جس کو حاصل کر لینے کے بعد وہ ایمان ایسی عظیم نعمت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ حدیث میں اسی امر کی وضاحت میں کہا گیا ہے:-

(باقی صفحہ ۶۴ پر)